

تفہیم القرآن

البَیِّنَہ

نام | پہلی آیت کے لفظ البَیِّنَہ کو اس سورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانہ نزول | اس کے بھی مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جہور کے نزدیک یہ مکی ہے اور بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ جہور کے نزدیک مدنی ہے۔ ابن التبریز اور عطاء بن یسار کا قول ہے کہ یہ مدنی ہے۔ ابن عباس اور قتادہ کے وقول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ مکی ہے، دوسرا یہ کہ مدنی ہے۔ حضرت عائشہؓ اسے مکی قرار دیتی ہیں۔ ابو حنیفہ صاحب بحر المحیط اور عبد اللہ بن الفضل صاحب احکام القرآن اس کے مکی ہونے ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ جہاں تک اس کے مضمون کا تعلق ہے، اُس میں کوئی علامت ایسی نہیں پائی جاتی جو اس کے مکی یا مدنی ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہو۔

موضوع اور مضمون | قرآن مجید کی ترتیب میں اس کو سورہ علق اور سورہ قدر کے بعد رکھنا بہت معنی خیز ہے۔ سورہ علق میں پہلی وحی درج کی گئی ہے۔ سورہ قدر میں بتایا گیا ہے کہ وہ کب نازل ہوئی اور اس سورہ میں بتایا گیا ہے کہ اس کتاب پاک کے ساتھ ایک رسول بھیجا کیوں ضروری تھا۔

سب سے پہلے رسول بھیجنے کی ضرورت بیان کی گئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ دنیا کے لوگ، خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے، جس کفر کی حالت میں مبتلا تھے اُس سے اُن کا نکلنا اس کے بغیر ممکن نہ تھا کہ ایک رسول بھیجا جاتے جس کا وجود خود اپنی رسالت پر دلیل روشن ہو، اور وہ لوگوں کے سامنے خدا کی کتاب کو اس کی اصلی اور صحیح صورت میں پیش کرے جو باطل کی اُن تمام آمیزشوں سے پاک ہو جن سے پچھلی کتب آسمانی کو آلودہ کر دیا گیا ہے اور بالکل راست اور درست تعلیمات پر مشتمل ہو۔

اس کے بعد اہل کتاب کی گمراہیوں کے متعلق وضاحت کی گئی ہے کہ اُن کے ان مختلف راستوں میں

بھٹکنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی رہنمائی نہ کی تھی، بلکہ وہ اس کے بعد بھٹکنے کے راہِ راست کا بیان واضح اُن کے پاس آچکا تھا۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنی گمراہیوں کے وہ خود ذمہ دار ہیں، اور اب پھر اللہ کے اس رسول کے ذریعے سے بیان واضح آ جانے کے بعد بھی اگر وہ بھٹکتے ہی رہیں گے تو اُن کی ذمہ داری، وزیادہ بڑھ جائے گی۔

اسی سلسلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انبیاء بھی آئے تھے، اور جو کتابیں بھی بھیجی گئی تھیں، انہوں نے اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا تھا کہ سب طریقوں کو چھوڑ کر خالص اللہ کی بندگی کا طریقہ اختیار کیا جائے، کسی اور کی عبادت و بندگی اور طاعت و پرستش کو اس کے ساتھ شامل نہ کیا جائے، نماز قائم کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔ یہی ہمیشہ سے ایک صحیح دین رہا ہے۔ اس سے بھی نتیجہ خود بخود برآمد ہوتا ہے کہ اہل کتاب نے اس اصل دین سے ہٹ کر اپنے مذہبوں میں جن نئی نئی باتوں کا اضافہ کر لیا ہے وہ سب باطل ہیں، اور اللہ کا یہ رسول جو اب آیا ہے اُسی اصل دین کی طرف پلٹنے کی انہیں دعوت دے رہا ہے۔

آخر میں صاف صاف ارشاد ہوتا ہے کہ جو اہل کتاب اور مشرکین اس رسول کو ماننے سے انکار کریں گے وہ بدترین خلائق ہیں، اُن کی سزا ابدی جہنم ہے، اور جو لوگ ایمان لا کر عملِ صالح کا طریقہ اختیار کر لیں گے اور دنیا میں خدا سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کریں گے وہ بہترین خلائق ہیں، اُن کی جزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمائے والا ہے

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے، (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک

انہ کفر میں مشرک ہونے کے باوجود ان دونوں گروہوں کو دو الگ الگ ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس پہلے انبیاء کی لائی ہوئی کتابوں میں سے کوئی کتاب، خواہ تحریف شدہ شکل ہی میں بھی موجود تھی اور وہ اُسے مانتے تھے۔ اور مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی نبی کے پیرو اور کسی کتاب کے ماننے والے نہ تھے۔ قرآن مجید میں اگرچہ اہل کتاب کے شرک کا ذکر بہت سے مقامات پر کیا گیا ہے مثلاً عیسائیوں کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا ایک ہے (المائدہ - ۷۳)۔ وہ مسیح ہی کو خدا کہتے ہیں (المائدہ - ۷۱)۔

وہ مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں (التوبہ - ۳۰)۔ اور یہود کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں (التوبہ - ۳۰)۔ لیکن اس کے باوجود قرآن میں کہیں ان کے لیے "مشرک" کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی بلکہ ان کا ذکر اہل کتاب یا الذین اوتوا الکتاب رحمن کو کتاب دی گئی تھی، یا یہود اور نصاریٰ کے الفاظ سے کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اصل دین توحید ہی کو مانتے تھے اور پھر شرک کرتے تھے۔ بخلاف اس کے غیر اہل کتاب کے لیے "مشرک" کا لفظ بطور اصطلاح استعمال کیا گیا ہے کیونکہ وہ اصل دین شرک ہی کو قرار دیتے تھے اور توحید کے ماننے سے ان کو قطعی انکار تھا۔ یہ فرق ان دونوں گروہوں کے درمیان صرف اصطلاح ہی میں نہیں بلکہ شریعت کے احکام میں بھی ہے۔ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال کیا گیا ہے اگر وہ اللہ کا نام لے کر حلال جانور کو صحیح طریقہ سے ذبح کریں اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے برعکس مشرکین کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح حلال۔

یہ جہاں کفر اپنے وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جن میں کافرانہ رویہ کی مختلف صورتیں شامل ہیں مثلاً کوئی اس معنی میں کافر تھا کہ سرے سے اللہ ہی کو نہ مانتا تھا۔ کوئی اللہ کو مانتا تھا مگر اسے واحد معبود نہ مانتا تھا بلکہ خدا کی ذات یا خدائی کی صفات و اختیارات میں کسی نہ کسی طور پر دوسروں کو شریک ٹھہرا کر ان کی عبادت بھی کرتا تھا۔ کوئی اللہ کی وحدانیت بھی مانتا تھا مگر اس کے باوجود کسی نوعیت کا شرک بھی کرتا تھا۔ کوئی خدا کو مانتا تھا مگر اس کے نبیوں کو نہیں مانتا تھا اور اُس ہدایت کو قبول کرنے کا قائل نہ تھا جو انبیاء کے ذریعہ سے آتی ہے۔ کوئی کسی نبی کو مانتا تھا اور کسی دوسرے نبی کا انکار کرتا تھا۔ کوئی آخرت کا منکر تھا۔ غرض مختلف قسم کے کفر تھے جن میں لوگ مبتلا تھے۔ اور یہ

کہ ان کے پاس دلیل روشن نہ آجائے (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر جو فرمایا کہ "اہل کتاب اور شرکین میں سے جو لوگ کافر تھے" اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ کفر میں مبتلا نہ تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ کفر میں مبتلا ہونے والے دو گروہ تھے۔ ایک اہل کتاب، دوسرے شرکین۔ یہاں مِنْ تَبَعِیْضِ کے لیے نہیں بلکہ بیان کے لیے ہے۔ جس طرح سورہ حج آیت ۳۰ میں فرمایا گیا فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ اس کا مطلب یہ ہے کہ بتوں کی گندگی سے بچو، نہ یہ کہ بتوں میں جو گندگی ہے اُس سے بچو۔ اسی طرح الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ کا مطلب بھی یہ ہے کہ کفر کرنے والے جو اہل کتاب اور شرکین میں سے ہیں نہ یہ کہ ان دونوں گروہوں میں سے جو لوگ کفر کرنے والے ہیں۔

اس لیے یعنی اُن کے اس حالت کفر سے نکلنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہ تھی کہ ایک دلیل روشن آکر انہیں کفر کی ہر صورت کا غلط اور خلاف حق ہونا سمجھاتے اور راہِ راست کو واضح اور مدلل طریقے سے ان کے سامنے پیش کر دے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُس دلیل روشن کے آجانے کے بعد وہ سب کفر سے باز آجائے والے تھے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دلیل کی غیر موجودگی میں تو ان کا اس حالت سے نکلنا ممکن ہی نہ تھا۔ البتہ اس کے آنے کے بعد بھی اُن میں سے جو لوگ اپنے کفر پر قائم رہیں اُس کی ذمہ داری پھر انہی پر ہے، اس کے بعد وہ اللہ سے یہ شکایت نہیں کر سکتے کہ آپ نے ہماری ہدایت کے لیے کوئی انتظام نہیں کیا۔ یہ وہی بات ہے جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہے۔ مثلاً سورہ نحل میں فرمایا وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ۔ "سیدھا راستہ بتانا اللہ کے فتمہ ہے" (آیت ۹)۔ سورہ لیل میں فرمایا اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰی۔ "راستہ بتانا ہمارے فتمہ ہے" (آیت ۱۲)۔ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَالتَّيْمِيْنِ مِنْ بَعْدِہٖ۔۔۔۔۔ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِّنَاۤیْسٍ عَلٰی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ (آئے نبی) ہم نے تمہاری طرف اُسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور اُس کے بعد کے نبیوں کی طرف بھیجی تھی۔۔۔۔۔

ان رسولوں کو بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنایا گیا تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے" (النساء- ۱۶۴-۱۶۵)۔ یَاۤاٰحْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاۤءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَيِّنُ لَکُمۡ عَلٰی فِتْنَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اِنَّ تَقْتُلُوْا مَا جَاۤءَنَا مِنْ بَشٰیْرٍ وَلَا تَذٰیۡرٍ فَقَدْ جَاۤءَکُمۡ بَشٰیْرٌ وَّذٰیۡرٌ۔ "اے اہل کتاب، تمہارے پاس ہمارا رسول حقیقت واضح کرنے کے لیے رسولوں کا سلسلہ ایک مدت تک بند رہنے کے بعد آگیا ہے تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ خبردار کرنے والا۔ رسول اب تمہارے

سنائے جن میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوئی ہوں۔

پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں تفرقہ برپا نہیں ہوا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس راہ راست کا، بیان واضح آچکا تھا۔ اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی

پاس بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا آگیا۔ (المائدہ - ۱۹)

بلکہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذات خود ایک دلیل روشن کہا گیا ہے، اس لیے کہ آپ کی نبوت سے پہلے کی اور بعد کی زندگی، آپ کا اُتی ہونے کے باوجود قرآن جیسی کتاب پیش کرنا، آپ کی تعلیم اور صحبت کے اثر سے ایمان لانے والوں کی زندگیوں میں غیر معمولی انقلاب رونما ہو جانا، آپ کا بالکل معقول عقائد، نہایت مستحری عبادات، کمال درجہ کے پاکیزہ اخلاق، اور انسانی زندگی کے لیے بہترین اصول و احکام کی تعلیم دینا، آپ کے قول اور عمل میں پوری پوری مطابقت کا پایا جانا، اور آپ کا ہر قسم کی مزاحمتوں اور مخالفتوں کے مقابلے میں انتہائی اولوالعزمی کے ساتھ اپنی دعوت پر ثابت قدم رہنا، یہ ساری باتیں اس بات کی کھلی علامات تھیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

۱۱ لغت کے اعتبار سے تفسیروں کے معنی ہیں لکھے ہوئے اوراق؛ لیکن قرآن مجید میں اصطلاحاً یہ لفظ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور پاک صحیفوں سے مراد ہیں ایسے صحیفے جن میں کسی قسم کے باطل کسی غرض کی گراہی و ضلالت، اور کسی اخلاقی گندگی کی آمیزش نہ ہو۔ ان الفاظ کی پوری اہمیت اُس وقت واضح ہوتی ہے جب انسان قرآن مجید کے مقابلے میں بائبل و اور دوسرے مذاہب کی کتابوں کا بھی مطالعہ کرتا ہے اور ان میں صحیح باتوں کے ساتھ ایسی باتیں لکھی ہوئی دیکھتا ہے جو حق و صداقت اور عقل سلیم کے بھی خلاف ہیں اور اخلاقی اعتبار سے بھی بہت گری ہوئی ہیں۔ اُن کو پڑھنے کے بعد جب آدمی قرآن کو دیکھتا ہے تو اسے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتنی پاک اور مطہر کتاب ہے۔

۱۲ یعنی اس سے پہلے اہل کتاب جو مختلف گراہیوں میں بھٹک کر بے شمار فرقوں میں بٹ گئے اُس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اُن کی رہنمائی کے لیے دلیل روشن بھیجی تھی، بلکہ یہ روش انہوں نے اللہ کی جانب سے رہنمائی آجانے کے بعد اختیار کی تھی، اس لیے اپنی گراہی کے وہ خود ذمہ دار تھے، کیونکہ ان پر حجت تمام کی جا چکی تھی۔ اسی طرح اب چونکہ اُن کے صحیفے پاک نہیں رہے ہیں اور ان کی کتابیں بالکل راست اور درست تعلیمات پر مشتمل نہیں رہی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دلیل روشن کی حیثیت سے اپنا ایک رسول بھیج کر اور

کریں، اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یک سو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یہی نہایت صحیح و درست دین ہے۔

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً جہنم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔ جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔ اُن کی جزا اُن کے رب کے ہاں دائمی قیام کی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہ

اس کے ذریعہ سے پاک صحیفے بالکل راست اور درست تعلیمات پر مشتمل پیش کر کے اُن پر پھر محبت تمام کر دی ہے، تاکہ اس کے بعد بھی اگر وہ متفرق رہیں تو اس کی ذمہ داری اُنہی پر ہو، اللہ کے مقابلہ میں وہ کوئی ٹھٹھٹ پیش نہ کر سکیں۔ یہ بات قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر فرمائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو البقرہ، آیات ۲۱۳-۲۵۳۔ آل عمران، ۱۹۔ المائدہ، ۴۴ تا ۵۰۔ یونس، ۹۳۔ الشوریٰ، ۱۵ تا ۱۷۔ الباقیہ، ۱۶ تا ۱۸۔ اس کے ساتھ اگر وہ حواشی بھی پیش نظر رکھے جائیں جو تفہیم القرآن میں ان آیات پر ہم نے لکھے ہیں تو بات سمجھنے میں مزید آسانی ہوگی۔

یعنی جس دین کو اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں، اسی دین کی تعلیم اہل کتاب کو اُن کے ہاں آنے والے انبیاء اور اُن کے ہاں نازل ہونے والی کتابوں نے دی تھی، اور اُن عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ میں سے کسی چیز کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا جنہیں انہوں نے بعد میں اختیار کر کے مختلف مذاہب بنا ڈالے صحیح اور درست دین ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ خالص اللہ کی بندگی کی جائے، اُس کے ساتھ کسی دوسرے کی بندگی کی آمیزش نہ کی جائے، ہر طرف سے رُخ پھیر کر انسان صرف ایک اللہ کا پرستار اور تابع فرمان بن جائے، نماز قائم کی جائے، اور زکوٰۃ ادا کی جائے (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، الاعراف، حاشیہ ۱۹۔ یونس، حواشی ۱۰۸-۱۰۹۔ جلد سوم، الروم، حواشی ۳ تا ۴، جلد چہارم، الزمر، حواشی ۲-۴)۔

اس آیت میں دین القیمہ کے جو الفاظ آتے ان کو بعض مفسرین نے دین الملت القیمہ یعنی "راست رو ملت کا دین" کے معنی میں لیا ہے اور بعض اسے اضافتِ صفت الی الموصوف قرار دیتے ہیں اور قیمہ کی علامہ اور فضاہ کی طرح مبالغہ کی قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کے معنی وہی ہیں جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیے ہیں۔

یہاں کفر سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے انکار کرنا ہے مطلب یہ ہے کہ مشرکین اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے اُس رسول کے آجانے کے بعد اُس کو نہیں مانا جس کا وجود ایک دلیل روشن ہے اور جو

رہی ہونگی، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوتے۔
یہ کچھ ہے اُس شخص کے لیے جس نے اپنے رب کا خوف کیا ہو۔

بالکل درست تحریروں پر مشتمل پاک صحیفے اُن کو پڑھ کر سنا رہا ہے، اُن کا انجام وہ ہے جو اُن کے بیان کیا جا رہا ہے
۹ یعنی خدا کی مخلوقات میں اُن سے بدتر کوئی مخلوق نہیں ہے حتیٰ کہ جانوروں سے بھی گئے گزرے میں، کیونکہ
جانور عقل اور اختیار نہیں رکھتے، اور یہ عقل اور اختیار رکھتے ہوتے حق سے منہ موڑتے ہیں۔

۱۰ یعنی وہ خدا کی مخلوقات میں سب سے، حتیٰ کہ ملائکہ سے بھی افضل و اشرف ہیں کیونکہ فرشتے نافرمانی کا
اختیار ہی نہیں رکھتے، اور یہ اُس کا اختیار رکھنے کے باوجود فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں۔

۱۱ بالفاظ دیگر جو شخص خدا سے بے خوف اور اس کے مقابلہ میں جبری و بے باک بن کر نہیں رہا بلکہ دنیا میں
قدم قدم پر اس بات سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتا رہا کہ کہیں مجھ سے ایسا کوئی کام نہ ہو جائے جو خدا کے ہاں
میری پکڑ کا موجب ہو، اس کے لیے خدا کے پاس یہ چیز ہے۔

تفہیم القرآن جلد پنجم میں حسب ذیل مقامات تصحیح طلب ہیں :-

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸۴	۱۱	جلد پنجم	جلد چہارم
۲۲۴	۱	فَقَدَ	فَقَدَ
۲۴۱	۴	اس معاملہ	اس معاملہ میں
۴۶۷	۱۰	ایسیویں	انیسویں
"	۱۲	GEIASIUS	GELASIUS
"	۱۸	ینصرون دینِ اللہ	ینصرون دینِ اللہ
۴۸۳	۲۰	ملا گیا	ملا یا گیا
۴۹۶	۱۹	جائزہ عذر	جائزہ عذر
۵۲۹	۱۰	SCRIPTUVE	SCRIPTURE